معیار: علمی و تحقیقی مجلّہ، شعبۂ اُردو، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، جلد: ۱، شمارہ: ۱، جنوری-جون ۲۰۰۹ء

عطیہ فیضی کی نادر خودنوشت ''زمانۂ تحصیل''

محمد یامین عثمان*

''زمانۂ تحصیل'' حصولِ علم کی اس غیر معمولی جدوجہد کی روداد ہے جو مصنفہ عطیہ فیضی نے ۱۹۰۶ء میں لندن پہنچ کر کی۔ عطیہ فیضی کا نام اردو ادب میں علامہ شبلی نعمانی اور علامہ اقبال کے حوالے سے معروف ہے اور ان دونوں شخصیات کے عطیہ فیضی کے نام دلچسپ خطوط شائع ہو چکے ہیں۔ مصنفّہ نے اپنی روانگی کے روز سے ہی اپنے اہلِ خانہ کے نام مکاتیب کا ایک سلسلہ شروع کیا[۱] جس میں وہ تاریخ وار تمام پیش آمدہ واقعات اور روزمرّہ کی روداد تفصیل سے بیان کیا کرتی تھیں اور ہندوستان میں ان کی ہمشیرہ زہرا بیگم ان خطوط کو ترتیب و تدوین کے مراحل سے گزار کر ''تہذیبِ نسواں'' میں اشاعت کے لیے بھیجتی تھیں۔ ''زمانۂ تحصیل'' کتابی صورت میں بہت بعد میں شائع ہوا۔ لیکن چوں کہ یہ روزنامچہ اپنی تصنیف کے وقت ہی قسط وار شائع ہو چکا تھا لہٰذا ''زمانۂ تحصیل'' کا سنِ تصنیف اور اِشاعت دراصل ۱۹۰۶ء ہی ہے جب ''تہذیبِ نسواں'' میں اس کی قسط وار اشاعت کا آغاز ہوا۔

''زمانۂ تحصیل'' کو اگرچہ خود مصنفہ نے سفرنامہ قرار دیا ہے لیکن اسے سفرنامے کی بجائے روزنامچہ سمجھنا چاہیے۔ اس لیے کہ مصنفہ نے اس میں تاریخ وار روزانہ کی مصروفیات کی تفصیل درج کی ہے اور اس تفصیل کا زیادہ تر حصہ ان کی تعلیمی مصروفیات پر مشتمل ہے۔ ابتدائی اور آخری اندراجات سفری روزنامچے کی طرز کے ہیں جب عطیہ بیگم نے ہندوستان سے روانہ ہونے سے لے کر لندن آمد تک مختلف مقامات کا احوال قلم بند کیا ہے اور آخری حصے میں جرمنی اور پھر فرانس کے شہر پیرس میں قیام اور وہاں کے دلچسپ مقامات کا احوال ملتا ہے۔

زمانۂ تحصیل کا آغاز یکم ستمبر ۱۹۰۶ء سے ہوتا ہے جب عطیہ فیضی بحری جہاز مول دیویا (Moldevia) کے ذریعے لندن کے سفر کا آغاز کرتی ہیں اور آخری اندراج ۲۷ رستمبر ۱۹۰۷ء کا ہے جو اریبیا (Arabia) نامی میل بوٹ میں لکھا گیا ہے جس سے عطیہ بیگم ساحل بمبئی پر اُتری تھیں۔ کتاب میں مختلف تاریخوں کے تحت کُل ایک سو چھہتر ۱۷۶ اندراجات ہیں جن میں بعض خاصے طویل اور بعض بہت مختصر ہیں۔

عطیہ فیضی (۱۸۷۷ء-۱۹۶۷ء) ترکی کے شہر استنبول میں پیدا ہوئیں جہاں ان کے والد حسن علی فیضی (۱۸۲۷ء-۱۹۰۳ء)

* ریسرچ اسکالر، شعبۂ اُردو، جامعہ کراچی

۱ - عطیہ بیگم کے حوالے سے اپنے پی۔ایچ۔ڈی کے تحقیقی منصوبے پر کام کے دوران خوش قسمتی سے راقم کی رسائی ان خطوط تک بھی ہوگئی ہے جن کی مدد سے ''زمانۂ تحصیل'' کو مرتّب کیا گیا ہے۔ ان خطوط سے حاصل ہونے والی معلومات کو بھی حواشی میں شامل کیا گیا ہے۔

کاروبار کی غرض سے مقیم تھے۔ان کی والدہ امیر النساء بیگم (۱۸۴۹ء-۱۹۰۸ء) نہ صرف ادبی ذوق کی حامل تھیں بلکہ صاحبِ تصنیف بھی تھیں ۲ اس خاندان کے بانی طیب علی نے جو طیب جی کے نام سے معروف ہوئے اردو کو اوّلین خودنوشت سوانح عمری سے نوازا ۳ طیب جی نے اپنی مادری زبان گجراتی کو ترک کر کے اردو کو اپنانے فیصلہ کیا اور اپنے خاندان میں روزنامچہ متعارف کرایا جسے "کتابِ اخبار" کا نام دیا گیا۔اس روزنامچے میں گھر کے تمام افراد اہم واقعات تاریخ وار درج کیا کرتے تھے ۴ اس روزنامچے کو بعد میں ان کی اولادوں نے جاری رکھا اور امیر النساء بیگم نے بھی جو طیب جی کی پوتی تھیں اپنے خاندان میں اس روزنامچے کو "اخبار نامہ قبیلہ طیبی" کے عنوان سے جاری کیا جس میں خاندان کے تمام افراد کے لیے کچھ نہ کچھ لکھنا لازم تھا ۵ عطیہ فیضی کی بڑی بہن زہرا بیگم (۱۸۶۶ء-۱۹۴۰ء) "تہذیبِ نسواں"، "خاتون" اور "عصمت" کی اشاعت کے آغاز سے ہی ان رسائل میں مضامین لکھا کرتی تھیں۔زہرا بیگم سے بھی علامہ شبلی نعمانی کے قریبی روابط تھے اور ان کے نام علامہ کے خطوط اس مجموعے میں شامل ہیں جو عطیہ بیگم کے نام علامہ کے خطوط ۶ پر مشتمل ہے۔زہرا بیگم بھی صاحبِ تصنیف تھیں اور تعلیمِ نسواں کی تحریک کی اوّلین کارکنان میں شامل تھیں ۷

عطیہ بیگم کی تیسری بہن محترمہ نازلی رفیعہ بیگم (۱۸۷۴ء-۱۹۶۸ء) بھی صاحبِ تصنیف تھیں اور ان کا تحریر کردہ سفر نامہ "سیرِ یورپ" اردو میں خواتین کے لکھے گئے اوّلین سفرناموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ۸ عطیہ فیضی کا خاندان، جس کا تعلق سلیمانی بوہرہ جماعت سے تھا، بمبئی کے روشن خیال خاندانوں میں شمار کیا جاتا تھا اور اس خاندان نے اپنے تمام بچوں کو بلاتفریقِ جنس تعلیم کے مواقع فراہم کیے۔عطیہ

---

۲ - امیر النساء بیگم کی ایک تصنیف "آمین" کے عنوان سے شائع ہوئی جو شادی کے موقع پر پڑھے جانے والے دعائیہ اشعار پر مشتمل ہے اور ان کی دوسری تصنیف ایک ضخیم ناول "نادر بیان" ہے دونوں تصانیف پر تبصرہ ماہنامہ "زمانہ" کانپور کی مارچ ۱۹۱۴ء کی اشاعت میں شائع ہو چکا ہے۔

۳ - طیب جی نے اس خودنوشت سوانح کا آغاز ۱۹۶۳ء میں کیا لیکن اسے مکمل کرنے کی مہلت انھیں نہ مل سکی۔یہ سوانح عربی رسم الخط میں تحریر کی گئی۔مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ڈاکٹر معین الدین عقیل کا مضمون "اردو کی اولیّن خودنوشت سوانح عمریاں"، مشمولہ "خدا بخش لائبریری جرنل" جنوری-مارچ ۲۰۰۴ء۔

۴ - آصف اے اے فیضی "The Autobiography of Tyabjee Bhoymeah"، مشمولہ "Journal of the Asiatic Society of Bombay" اپریل ۱۹۶۴ء، بمبئی

۵ - روزنامچے کی جلد پنجم، جلد دہم، جلد نمبر ۱۲ اور جلد نمبر ۱۳ بعد ازاں عطیہ بیگم نے فیضی رحمین آرٹ گیلری میں نمائش کی غرض سے عطیہ کر دی تھیں جہاں یہ اب محفوظ ہیں۔

۶ - علامہ شبلی نعمانی، "خطوطِ شبلی"، مرتبہ: مولوی محمد امین زبیری و منشی سید محمد یوسف، (س ن)، کراچی

۷ - زہرا بیگم نے ایک ڈرامہ "مآلِ خاتون" کے عنوان سے تحریر کیا تھا جس کا تذکرہ عبدالعلیم نامی نے "اردو تھیٹر" کی جلد اول کے صفحہ نمبر ۳۰۹ پر کیا ہے۔اس کے علاوہ ڈاکٹر میمونہ دلوی نے "بمبئی میں اردو" کے صفحہ نمبر ۲۷ پر زہرا بیگم کے مضامین کے ایک مجموعے کی ۱۹۱۲ء میں اشاعت کا تذکرہ کیا ہے۔
۱۹۰۵ء میں علی گڑھ میں منعقدہ لیڈیز کانفرنس کی صدارت کے لیے شیخ عبداللہ نے زہرہ بیگم سے درخواست کی تھی اس کانفرنس کی کاروائی اور دیگر تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو "خاتون"، علی گڑھ کا جنوری ۱۹۰۶ء کا شمارہ۔

۸ - "سیرِ یورپ" پر اگرچہ تصنیف یا طباعت کا سن درج نہیں ہے تاہم یہ سفر ۱۹۰۸ء میں کیا گیا تھا اور اس کے اندراجات بھی روزنامچے کی طرز پر تاریخ وار ہی تحریر کیے گئے ہیں۔لہٰذا اس کا سنِ تصنیف ۱۹۰۸ء ہی سمجھا جانا چاہیے۔"سیرِ یورپ" مطبوعہ اسٹیم پریس، لاہور کو زہرا بیگم نے مرتب کیا تھا۔

بیگم نے اپنے زمانے کی مسلم خواتین کے برخلاف پردے کی پابندی بھی نہیں کی اور اسی سبب سے انھیں مجلسی زندگی کو قریب سے دیکھنے کا موقع بھی مِلا۔ نازلی رفیعہ، نواب صاحب جنجیرہ [9] کی بیگم تھیں اور اس حوالے سے ان کے کئی ریاستوں کی شاہی خاندانوں سے قریبی مراسم تھے۔ یہ مراسم عطیہ بیگم کے لیے زیادہ سے زیادہ تقریبات میں شرکت اور حلقۂ احباب میں وسعت کا سبب بنے اور وہ اعلیٰ طبقے کے مجالس کے آداب اور نشست و برخاست سے پوری طرح واقف ہوگئیں۔ پردے کی پابندی نہ ہونے کے سبب وہ مردوں سے ملاقات اور گفت وشنید بھی کرتی تھیں جس نے ایک طرف ان کی معلومات کو وسعت دی اور دوسری طرف ان کے شخصی اعتماد میں بھی اضافہ ہوا۔ وہ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ ذہین بھی تھیں اور تعلیمِ نسواں کی تحریک کو ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلتا ہوا دیکھنے کی خواہش مند بھی تھیں۔ جس کی ایک جھلک ۱۹۰۵ء میں انھوں نے علی گڑھ میں دیکھی تھی جہاں وہ اپنی ہمشیرہ زہرا بیگم کے ساتھ لیڈیز کانفرنس کی کاروائی میں شرکت اور اس سے متعلق ایک نمائش کے انتظام کے لیے گئی تھیں۔ [10] عطیہ بیگم کو ہندوستان کے طول وعرض میں سفر وسیاحت کے بے شمار مواقع مِلے۔ ایسے ہی ایک موقع پر وہ کلکتہ بھی گئیں۔ کلکتہ کے دورے میں انھیں رابندر ناتھ ٹیگور کے ہاں قیام کا موقع مِلا جہاں ٹیگور کی بھتیجی سرلا دیوی گھوشل سے ان کی دوستی ہوگئی۔ سرلا دیوی حقوقِ نسواں کی پُر جوش علم بردار تھیں۔ [11] عطیہ بیگم خود بھی تعلیمِ نسواں کے لیے عملی طور پر کچھ نہ کچھ کرنے کی خواہش مند تھیں۔ سرلا دیوی سے دوستی اور ملاقاتوں نے اس جذبے کو اور تقویت دی اور ان کے دل میں خواتین کے لیے تعلیم کا حصول ممکن بنانے اور تعلیمِ نسواں کو عام کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کرنے کی خواہش تیز تر ہوگئی چناں چہ انھوں نے تربیتِ معلّمی کے لیے سرکاری وظیفہ حاصل کیا تا کہ تربیت حاصل کرنے کے بعد وطن لوٹ کر خواتین کی تعلیم کے لیے عملی طور پر کچھ نہ کچھ کرسکیں۔

''زمانہ تحصیل'' کی سب سے بڑی خصوصیت اور اہمیت یہ ہے کہ اس کی مصنفہ ایک ایسے معاشرے سے تعلق رکھتی تھیں جہاں گھر کے اندر بھی خواتین کی زیادہ تعلیم کو جائز نہیں سمجھا جاتا تھا اور مسلم اشرافیہ تو اپنی بچیوں کو حصولِ علم کے لیے گھر سے باہر بھیجنے پر کسی طور رضا مند نہ تھی۔ بیسویں صدی کے عشرۂ اوّل میں کسی عام مسلمان لڑکی کے لیے یہ محض خواب ہی میں ممکن ہوسکتا تھا کہ وہ اپنے گھر سے ہی نہیں بلکہ اپنے وطن سے بھی دور سات سمندر پار جا کر تعلیم حاصل کر سکے۔ ایسے ماحول میں عطیہ بیگم نہ صرف لندن کے لیے روانہ ہوئیں بلکہ روانہ ہونے کے دن سے لے کر اپنے قیام کے آخری ایّام تک مسلسل اپنی سرگرمیوں سے خواتین کو آگاہ رکھنے کے لیے روزمرہ کی روداد بھی لکھتی رہیں تا کہ ''تہذیبِ نسواں'' کے ذریعے سے مسلم خواتین تک ان کے حصولِ علم کی جدوجہد کی تفصیلات پہنچتی رہیں۔ اگرچہ ۱۹۰۶ء میں ''تہذیبِ نسواں'' کا دائرہ اشاعت بہت وسیع نہ تھا۔ [12] لیکن پھر بھی یہ رسالہ کئی مسلم گھرانوں میں باقاعدگی سے پڑھا جاتا تھا اور اپنے قارئین کا ایک حلقہ بنا چکا تھا۔ جب ''زمانہ تحصیل''

9 - نواب سدی احمد خان والیٔ جنجیرہ سے نازلی بیگم کے تعلقات بعد میں کشیدہ ہوگئے تھے اور اس کا ایک سبب نازلی بیگم کے ہاں اولاد کا نہ ہونا بھی تھا جس کو جواز بنا کر نواب صاحب نے ایک اور شادی کرلی تھی۔ ریاست جنجیرہ اور نواب صاحب جنجیرہ سے متعلق تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو ''جزیرے کی بازیافت'' مصنفہ ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی، ۲۰۰۳ء، فاران اکیڈمی، علی گڑھ۔

۱۰ - ''خاتون''، علی گڑھ، جنوری ۱۹۰۶ء۔

۱۱ - اختر عزیز احمد، ''لڑکیاں جونامور ہوئیں''، ص ۱۹۵، ۱۹۶۳ء، مکتبہ اردو، لاہور

۱۲ - گیل منالٹ (Gail Minault) کے مطابق ۱۸۹۸ء سے شائع ہونے والے ''تہذیبِ نسواں'' کے خریداروں کی تعداد اشاعت کے چار سال بعد تین سو سے چار سو کے درمیان پہنچ سکی تھی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مصنفہ مذکورہ کی تصنیف "Secluded Scholars"، ص ۱۱۳، دہلی، ۱۹۹۸ء

شائع ہونا شروع ہوا تو نہ صرف بہت دلچسپی سے پڑھا گیا بلکہ یہ خود عطیہ بیگم کی شہرت کا بھی باعث بنا اور نہ صرف ہندوستان بھر میں بلکہ لندن تک بھی یہ شہرت پہنچ گئی جس کا تذکرہ مصنفہ نے ''زمانۂ تحصیل'' میں بھی کیا ہے۔ جب علامہ اقبال لندن میں ان سے پہلی بار ملاقات کے لیے آئے تو انھوں نے بھی اس روزنامچے کی ''تہذیبِ نسواں'' میں اشاعت اور اس کی دلچسپی و مقبولیت کا ذکر کیا تھا۔ ۱۳ اسی طرح زمانۂ تحصیل کے ۲۶ رجنوری کے اندراج میں انھوں نے لندن میں ہندوستانی طلبہ کے امور کی نگراں مس بیک کو ہندوستان سے ملنے والے خطوط کے ذریعے زمانۂ تحصیل کی مقبولیت کا پتہ چلنے کا ذکر کیا ہے۔

''زمانۂ تحصیل'' عطیہ فیضی کی واحد اردو تصنیف ہے۔ انھوں نے اس کے علاوہ جو کتابیں لکھیں وہ تمام انگریزی زبان میں ہیں۔ ۱۴ عطیہ فیضی نے اپنے خاندانی روزنامچوں اور اہلِ خانہ کے نام اپنے خطوط میں کئی بار اردو میں قوتِ اظہار کی کمی کا ذکر کیا ہے۔ تاہم انھوں نے روزنامچوں میں زیادہ تر اندراج اردو ہی میں کیے ہیں۔ وہ اپنے خطوط بھی روزنامچوں کی طرز پر تاریخ وار تحریر کرنے کی عادی تھیں اور غالباً یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ''زمانۂ تحصیل'' کو بھی روزنامچے کی طرز پر ہی تحریر کیا ہے۔ ''زمانۂ تحصیل'' اپنی ابتداً سے ہی عطیہ بیگم کی باریک بین نگاہوں اور قوتِ مشاہدہ کے سبب دلچسپی کا حامل ہے۔ اپنے سفر کے آغاز پر سمندر کی مضطرب کیفیت اور اس کے اپنے اوپر پڑنے والے اثرات کو انھوں نے بہت فطری انداز میں قلم بند کیا ہے۔ پھر جہاز کے اندر کا ماحول، مسافروں کی کیفیت، جہاز پر صفائی کے انتظامات چند مسافروں کے مختصر تعارف اور اپنی مصروفیات کے بیان کے ساتھ ساتھ انھوں نے جہاز پر کھانے پینے اور رہنے سہنے کے انداز کی تفصیل اس طرح سے درج کی ہے کہ پڑھنے والا اپنے آپ کو اس ماحول میں شامل تصور کرنے لگتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جہاں کہیں عطیہ بیگم کو موقع ملتا ہے وہ اپنے قارئین کی معلومات میں اضافے کے لیے مختلف تفاصیل بھی لکھتی جاتی ہیں۔ کہیں کہیں ان کا انداز ناصحانہ اور ناقدانہ بھی ہو جاتا ہے اور اس طرح زمانۂ تحصیل میں کہیں کہیں مکالمے کا انداز بھی نظر آتا ہے۔ زمانۂ تحصیل میں عطیہ بیگم کی تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ لندن کی مجلسی زندگی کی بھی بہت دلچسپ جھلکیاں ملتی ہیں اور ساتھ ساتھ ان کے احباب کا مختصر مختصر تعارف بھی حاصل ہوتا جاتا ہے۔ ۴ر مارچ ۱۹۰۷ء کو امپیریل انسٹی ٹیوٹ لندن میں ہونے والے ایک اجتماع کا احوال بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

''........اور بہت سے اچھے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ ہمارے لطیفیہ والے بھی تھے۔ علی ازہر

بقیہ حاشیہ ۱۲: ۱۹۰۶ء میں جب ''زمانۂ تحصیل''، ''تہذیبِ نسواں'' میں شائع ہونا شروع ہوا اس وقت ''تہذیبِ نسواں کی اشاعت کا آٹھواں سال تھا اور اگر گیل منالٹ کے اندازے کو درست تسلیم کرلیا جائے تو اس اعتبار سے ۱۹۰۶ء میں خریداروں کی تعداد سات سو سے آٹھ سو کے درمیان ہونی چاہیئے۔

۱۳ - عطیہ بیگم، ''اقبال''، مترجمہ ضیاالدین احمد برنی ص ۱۰

۱۴ - عطیہ بیگم کی دیگر تصانیف درج ذیل ہیں۔

۱- "INDIAN MUSIC"، ۱۹۱۴ء، ولیم مرجنٹ اینڈ کمپنی، لندن

۲- "The Music of India" ۱۹۲۵ء لوزاک اینڈ کمپنی، لندن

۳- "SANGEET OF INDIA" ۱۹۴۲ء، بمبئی

۴- "IQBAL"، ۱۹۴۷ء، اکیڈمی آف اسلام، بمبئی

بھائی مرزا جان، مس داس، مس بلیئر ڈبلیوسی بانرجی کی لڑکی، لیڈی چارلس ایلیٹ، مسٹر ریچی وغیرہ وغیرہ.........سفیرِ ترک رفعت بیگ جو دو مہینے ہوئے ولایت آئے ہیں وہ بھی تھے........''

عطیہ بیگم کو اپنے قیامِ لندن کے آغاز سے ہی علامہ عبداللہ یوسف علی کی جو طیب جی خاندان سے خاصے قریب تھے، سرپرستی میّسر آ گئی۔ علامہ عبداللہ یوسف علی نے نہ صرف لندن کے علمی حلقوں میں عطیہ بیگم کو روشناس کرایا بلکہ ان کی حوصلہ افزائی کے لیے بھی کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ ۱۵ عطیہ بیگم نے علامہ کے بعض لیکچروں کی تفصیلات بھی قارئین کی دلچسپی کے لیے تحریر کی ہیں۔ عطیہ بیگم کو قیامِ لندن کے دوران ہی ہندوستان کے کئی مشاہیر سے ملاقاتوں کا موقع بھی ملا۔ ان ملاقاتوں نے بعد میں مستقل روابط کی صورت اختیار کر لی۔ ان مشاہیر میں مدیرِ مخزن شیخ عبدالقادر، مشیر حسین قدوائی تعلقہ دار گدیہ، سید علی بلگرامی، جسٹس امیر علی، ڈاکٹر انصاری اور علامہ اقبال شامل ہیں۔ ''زمانۂ تحصیل'' میں ان شخصیات سے ملاقاتوں کی دلچسپ تفصیلات بھی ہمیں ملتی ہیں۔ عطیہ بیگم کے حلقۂ احباب میں اس وسعت اور ملاقاتوں کا ایک نقصان یہ ہوا کہ عطیہ بیگم کی توجہ اپنے اصل مقصد سے کچھ ہٹ گئی اور ان کی سماجی مصروفیات میں اس قدر اضافہ ہوا کہ تعلیم پر اس کا اثر پڑنے لگا۔ اسی دوران انھیں اپنی نانی محترمہ درّۃ الولی کے انتقال کی خبر بھی ملی جن سے انھیں بے حد پیار تھا۔ اس صدمے نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی اور کالج کی پرنسپل مس ووڈز (Miss Woods) کو انھیں تبدیلیٔ آب و ہوا اور آرام کے لیے اپنی بہن جے ووڈز (J. Woods) کے پاس کینٹ میں قیام کے لیے بھیجنا پڑا۔ عطیہ بیگم نے وہیں رہتے ہوئے امتحان بھی دیا لیکن اس امتحان میں انھیں پوری طرح کامیابی حاصل نہ ہو سکی اور وہ آٹھ میں سے پانچ مضامین میں ہی کامیابی حاصل کر سکیں۔ علامہ اقبال سے عطیہ بیگم کی ملاقاتوں کی تفصیل ''زمانۂ تحصیل'' میں بہت کم شامل کی گئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ علامہ اقبال اور عطیہ فیضی کی ملاقاتوں کی ابتدا لندن ہی سے ہوئی تھی اور بعد میں یہ روابط اتنے گہرے ہوئے کہ دونوں شخصیات کے درمیان باقاعدہ خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا۔ عطیہ بیگم کے ساتھ ہندوستان سے روانہ ہونے والوں میں ان کے چھوٹے بھائی ڈاکٹر علی از ہر اور بھتیجے طیب علی اکبر کے علاوہ سروجنی داس نایئڈو بھی شامل تھیں جن کا ذکر عطیہ بیگم نے مس داس کے نام سے کیا ہے۔ عطیہ بیگم ابتدا میں سروجنی داس سے خاصی متاثر دکھائی دیتی ہیں لیکن بعد میں ان کے درمیان کچھ تلخی سی آ گئی تھی جس کا تفصیلی ذکر کتاب کے حواشی میں کیا جائے گا۔

''زمانۂ تحصیل'' میں مشاہیرِ ہند کے ساتھ ساتھ یورپ کی کئی شخصیات کا تذکرہ بھی ملتا ہے جن سے عطیہ بیگم کی ملاقات ہوئی اس کے علاوہ قریبی دوستوں اور خاندان کے بعض افراد سے، جو لندن میں مقیم تھے، ملاقاتوں کا احوال بھی زمانۂ تحصیل کا حصہ ہے۔

شخصیات کے علاوہ زمانۂ تحصیل میں مختلف مقامات کا بھی بہت دلچسپ احوال موجود ہے۔ یورپ کی مختلف سیر گاہوں اور تاریخی مقامات کی منظرکشی عطیہ بیگم نے نہایت سادگی اور بے ساختگی سے کی ہے۔ خاص طور پر جہاں انھوں نے کسی نئی اور عجیب چیز کو دیکھا ہے تو ان کے تعجب اور حیرت کا تاثر بہت فطری انداز میں ہمارے سامنے آتا ہے۔ عطیہ بیگم نے پہلی بار لندن کی زمین دوز ریل گاڑی

---

۱۵ - علامہ نے عطیہ بیگم کو لندن کی سوسائٹی آف لٹریچر میں ہونے والے ایک علمی مذاکرے میں شرکت کی دعوت بھی دی تھی۔ اس مذاکرے میں اہلِ علم سے ملاقاتوں اور اُن سے گفتگو نے عطیہ بیگم کو بے حد متاثر کیا اور انھوں نے اپنے مکتوب میں اس کا تفصیل سے ذکر بھی کیا تاہم کسی وجہ سے یہ تذکرہ زمانۂ تحصیل میں شامل نہ ہو سکا۔ (عطیہ بیگم ''مکتوب بہ نام اہلِ خانہ''، ۲۸ نومبر ۱۹۰۶ء کا احوال)

''ٹیوب'' کا سفر کیا تو حیرت کے مارے اس ریل گاڑی کی تیز رفتار آمد ورفت کو''جنات کا کھیل'' کہہ گئیں۔اسی طرح آئفل ٹاور کی لفٹ ، جسے انھوں نے انسان کش گاڑی کا نام دیا ہے، ان کے لیے حیرت کا سبب بنتی ہے اور اس کے کام کرنے کے طریقے کو انھوں نے تفصیل سے تحریر کیا ہے۔

عطیہ بیگم نے قیامِ لندن میں یورپ کی تہذیبی زندگی کا بھی قریبی مشاہدہ کیا اور اہلِ یورپ کے رہن سہن، خورد ونوش، رکھ رکھاؤ اور لباس وغیرہ کا گہری نظر سے جائزہ لے کر اہلِ ہند سے اس کا موازنہ تحیّر وتاسّف اور حسرت کے ساتھ کیا ہے۔اس طرح کے موازنے کرتے ہوئے وہ ایک خالص ہندوستانی وطن پرست اور تحریکِ نسواں کی علم بردار کے روپ میں ہمارے سامنے آتی ہیں جو ہر صورت میں اپنی قوم اور وطن کی ترقی اور خوشحالی کی خواہش مند ہے۔

''زمانۂ تحصیل'' میں لسانی اعتبار سے بعض نقائص بھی موجود ہیں۔اس کی زبان زیادہ تر وہی ہے جو اس زمانے میں بمبئی میں رائج تھی۔بعض الفاظ ومحاورات قارئین کے لیے غیر مانوس ہیں۔مثلاً شاندار کے لیے پھٹاک کا لفظ۔اسی طرح بالکل یا ٹھیک کے مفہوم میں برابر کا استعمال، گزشتہ ہفتے کی جگہ گئے ہفتے، وعدے کے مطابق کی جگہ وعدے کے موجب، کیسے یا کس طرح کی جگہ کیوں کا استعمال کیا گیا ہے۔بعض تراکیب انھوں نے ایسی استعمال کی ہیں جو اردو میں رائج نہیں ہیں ان میں سے کچھ تو خاص ان کی اپنی اختراع لگتی ہیں۔مثلاً پرکالۂ آتش، بد صفائی، آرام چوکی۔پھر پھرا کے، چائے خوری، دلکی پھڑکتی وغیرہ۔لیکن ان لسانی کمزوریوں کے باوجود''زمانۂ تحصیل'' کا انداز اتنا فطری ہے کہ اس کی دلچسپی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی ہے۔

مجموعی طور پر''زمانۂ تحصیل'' ایک ایسا دلچسپ روزنامچہ ہے جس میں ایک طرف سادگی اور بے ساختہ پن موجود ہے تو دوسری جانب اس میں جابہ جا یورپ کی تہذیب ومعاشرت اور خانگی ومجلسی زندگی کے دلچسپ مرقعے دکھائی دیتے ہیں۔''زمانۂ تحصیل'' کی اہمیت یہ ہے کہ اس کے ذریعے خواتین میں حصولِ علم کے لیے کوشش اور جدوجہد کا ایک جذبہ بیدار ہوا اور تعلیمِ نسواں کے علم برداروں کو ایک اچھی مثال میّسر آئی۔زمانۂ تحصیل سے جہاں ایک طرف عام ہندوستانی خواتین اور خاص طور پر مسلم خواتین کو شاید پہلی بار یورپ اور برطانیہ کی خواتین کی معاشرتی وخانگی زندگی اور حصولِ علم کے لیے ان کی کوششوں کے بارے میں اتنی تفصیلی معلومات حاصل ہوئیں تو دوسری طرف عام مسلم خواتین میں یہ احساس بھی بیدار ہوا کہ تعلیم کا حصول ان کے لیے کس قدر ضروری ہے اور غالباً یہی''زمانۂ تحصیل'' کی اشاعت کا مقصد بھی تھا۔

[''زمانۂ تحصیل'' کا متن مع تعلیقات:''معیار''، شمارہ۲]

Abstract

Zamana-e-Tehsil is a memoir and travelogue written by a famous figure Atiya Fayzy in the form of personal diary or notes during her

stay in London in 1906. It is the only book, besides her articles, of Ms. Fayzy in Urdu and presents her daily routine of academic and social life, a brief introduction of her association with prominent and eminent personalities and a description of the significant social events and gatherings in London. It also gives an account of famous historical and interesting places in a simple narrative style.

ہوالمستعان

زمانۂ تحصیل

مصنفہ

عطیہ بیگم رحمین

۱۳۳۹ھ
۱۹۲۱ء

مطبع مفید عام آگرہ میں باہتمام محمد قادر علیخاں صوفی چھپا
۱۹۲۲ء